Tuesday, May 28, 2024, New Delhi, www.inquilab.com

انتخابات اور زوال پذیر مسلم نمائندگی

اقلیتوں، کمزوروں، محروم طبقات، دبے کچلے غریبوں، خواتین اور مزدوروں کو متناسب اور موثر نمائندگی فراہم کیے بغیر، جمہوریت مضبوط نہیں ہو سکتی



ابھے کمار

۶ رمئی ۱۹۴۵ء کو بمبئی میں واقع کل ہند درج ذیل فہرست ذات فیڈریشن کی سالانہ تقریب میں بولتے ہوئے، کمزوروں اور محروم طبقات کے مسیحا بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر نے متنبہ کیا تھا کہ ’کسی بھی صورت میں ایک طبقے کو یہ اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ کسی دوسرے طبقے پر اپنا تسلط تھوپے۔ انھوں نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ تعداد کی بنیاد پر اکثریتی طبقے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اقلیتی طبقے پر اپنی رائے تھوپے، انھوں نے مزید کہا کہ ’اکثریت پر مبنی حکومت اصولاً درست نہیں ہے اور ایسی حکومت عملاً بھی صحیح نہیں ہے، مگر اکثریت پر مبنی حکومت اس معنیٰ میں قابل قبول ہو سکتی ہے، جب وہ نسبتی (relative) ہو۔ ایسی حکومت جو مطلق (absolute) بن جائے، وہ قابل قبول ہرگز نہیں ہے۔‘ امبیڈکر کے مذکورہ بالا جملے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جمہوری نظام میں اکثریتی ووٹ حکومت سازی میں کلیدی رول ادا کرتا ہے اور صرف اقلیتی ووٹ کی بنیاد پر کبھی بھی حکومت نہیں بن سکتی۔ مگر اس کا یہ قطعی مطلب نہیں ہے کہ اکثریتی طبقہ اپنے ووٹ اور اپنی تعداد کی بنیاد پر ایک مطلق العنان حکومت قائم کرے اور اقلیتی طبقات کی حصہ داری اور ان کی واجب نمائندگی کو نظر انداز کر دے۔ تبھی تو امبیڈکر نے صاف لفظوں میں کہا کہ ’یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیے کہ اکثریت پر مبنی حکومت مقدس (sacrosanct) ہے اور اس پر کوئی سوال نہیں اٹھا سکتا۔‘ آزادی کے وقت ہندو مسلم مسائل کو وہ اسی سیاق میں دیکھتے تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ ’ملک کی تقسیم روکی جا سکتی ہے اگر ایک ایسی حکومت تشکیل دی جائے، جہاں اقلیتی طبقات کے مفادات کو پس پشت نہ ڈالا جائے۔‘

اقلیتوں کی گھٹتی ہوئی نمائندگی کو سمجھنے اور اس کا حل تلاش کرنے میں امبیڈکر کا مذکورہ سیاسی فلسفہ کافی اہم ثابت ہو سکتا ہے۔ دُکھ کی بات یہ ہے کہ آزادی کے ۷۵ رسال گزر جانے کے بعد بھی حالات بدلتے نظر نہیں آرہے ہیں اور اقلیتوں کو پالیسی سازی سے مزید بے دخل کیا جا رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جب سے بی جے پی کی بالادستی ہندوستانی سیاست میں بڑھ گئی ہے، تب سے مسلم اقلیت کا نام لینا بھی گناہ ہو گیا ہے۔ نریندر مودی کے اقتدار کی کرسی پر بیٹھنے سے پہلے بھی، سابقہ حکومتوں نے مسلمانوں کی حق تلفی کی تھی، مگر کم از کم وہ علامتی طور پر انہیں یاد کرتے تھے۔ آج یہ سلسلہ بھی وزیر اعظم مودی کے آنے کے بعد ختم ہوتا نظر آرہا ہے۔ ہندوتو کے سیاسی عروج کا اثر یہ ہے کہ سیکولر پارٹیاں بھی نرم ہندوتو کی راہ پر چل رہی ہیں۔ وہ بھی اپنے انتخابی منشور سے مسلمانوں کا نام کاٹ کر باہر کر رہی ہیں۔ سیاسی ریلیوں سے سیکولر لیڈر بھی خود کو سب سے بڑا ہندو ثابت کرنے کی ہر کوشش کر رہے ہیں۔ ملک کی سب سے پرانی اور گاندھی اور نہرو کی قیادت والی کانگریس نے بھی مسلمانوں کا نام اپنے انتخابی منشور میں ایک دفعہ بھی نہیں لیا ہے۔

انگریزی کے مشہور اخبار ’انڈین ایکسپریس‘ میں ۱۹ رمئی کے روز ایک اہم خبر شائع ہوئی تھی، جس میں گزشتہ تین عام انتخابات کا تجزیہ کیا گیا تھا۔ رپورٹ میں الیکشن کمیشن سے لیے گیے اعداد و شمار کی بنیاد پر کہا گیا کہ مسلمانوں کو ٹکٹ نہ دینے میں تمام بڑی قومی پارٹیاں شامل ہیں۔ رپورٹ سے اس تصور کو مزید تقویت ملی کہ بی جے پی مسلمانوں کو سیاسی طور پر الگ تھلگ کرنے میں سب سے آگے ہے۔ اس بار وہ ۴۴۰ رنشستوں پر انتخابات لڑ رہی ہے، مگر اس نے صرف ایک ہی ٹکٹ مسلمانوں کو دیا ہے۔ مسلمانوں کی آبادی ۱۴ رفیصد ہے، اس طرح ان کو کم از کم ۶۱ رسیٹیں ملنی چاہیے تھیں۔ مگر بی جے پی نے ان کو صرف ایک ہی سیٹ دی ہے اور وہ بھی کیرلا سے، جہاں بی جے پی بہت ہی کمزور ہے۔ یاد رہے کہ کیرلا کے ملاپورم میں مسلم آبادی ۷۰ رفیصد کے آس پاس ہے۔ بی جے پی نے وہاں سے ایم عبدالسلام کو اپنا امیدوار بنایا ہے۔ مگر ان کو بھی بی جے پی میں امتیازات جھیلنے پڑے ہیں۔ مثال کے طور پر، ۱۹ رمارچ کو نریندر مودی جب کیرلا کے پالکڑ میں روڈ شو کر رہے تھے تو اس روڈ شو میں عبدالسلام کو شامل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ حزب اختلاف کا یہ الزام ہے کہ عبدالسلام کو پہلے ریلی میں جانے کی اجازت تھی، مگر آخری وقت پر ان کو روک دیا گیا کیونکہ وہ مسلمان ہیں اور بھگوا جماعت کو اس بات کا خدشہ تھا کہ ان کی ریلی میں شمولیت ان کے شدت پسند حامیوں کو ناگوار گزر سکتی تھی۔

> ”
>
> سیکولر جماعتیں بھی مسلم نمائندگی کے سوال پر کچھ نہیں بول رہی ہے۔ حالانکہ سیکولر پارٹیوں نے مسلمانوں کو کچھ ٹکٹ دیئے ہیں، مگر وہ کہیں سے بھی ان کی آبادی کے متناسب نہیں ہے۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ سیکولر پارٹیوں نے بھی سابقہ الیکشن کے مقابلے اس بار کم تعداد میں مسلمانوں کو میدان میں اتارا ہے۔ جہاں سال ۲۰۱۹ء میں کانگریس، سماجوادی پارٹی، ٹی ایم سی، آر جے ڈی، این سی پی اور سی پی ایم نے کل ۱۱۵ رسیٹیں مسلمانوں کو دی تھیں، جو اس بار کم ہو کر ۷۸ رپر آگئی ہیں۔ گزشتہ عام انتخابات کے مقابلے میں اس بار مسلمانوں کو سیٹیں ۳۲ رفیصد کم ملی ہیں۔

بی جے پی مسلمانوں کو ٹکٹ نہیں دینے کے علاوہ بھی بہت کچھ کر رہی ہے۔ بھگوا جماعت کی پوری انتخابی تشہیر مسلمانوں کو نشانہ بنا کر کی جا رہی ہے۔ گزشتہ دنوں بی جے پی نے خود کو پسماندہ مسلمانوں کا سب سے بڑا حامی ہونے کے دعویٰ کیا تھا۔ مگر اس نے پسماندہ مسلمانوں کو بھی نمائندگی نہیں دی۔ بی جے پی کی طرف سے یہ بھی پروپیگنڈا ہوتا رہا ہے کہ وہ مسلم خواتین کی سب سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ اگر ایسا ہے، تو اس نے بڑی تعداد میں مسلم خواتین کو ٹکٹ کیوں نہیں دیا؟ بی جے پی کی کھوکھلی سیاست کا عالم یہ ہے کہ وہ چار سو سے زیادہ سیٹیں جیتنے کا دعویٰ کر رہی ہے، وہیں وہ ۱۷ رکروڑ سے بڑی مسلم آبادی کو صرف ایک ہی ٹکٹ دے رہی ہے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں کو ۱۴ رفیصد حصہ داری ملنی چاہیے، مگر بی جے پی نے ان کو ایک فیصد کے چوتھائی حصہ سے بھی کم نمائندگی دی ہے۔ حالانکہ ۲۰۱۹ء کے پارلیمانی انتخابات میں بی جے پی نے ۳ رمسلم امیدواروں کو الیکشن میں اتارا تھا، جو ۲۰۱۴ء میں اس کے ۷ رمسلم امیدواروں سے ۴ رکم تھا۔ تضاد دیکھیے کہ جہاں وزیر اعظم نریندر مودی کی مقبولیت کے بارے میں دن رات قصیدہ خوانی ہوتی ہے اور ان کے کچھ بھکت ان کو مہاتما گاندھی کے برابر لا کر بیٹھا دیتے ہیں، وہی لیڈر اپنی قیادت میں لڑے گیے دو عام انتخابات کے دوران واحد مسلم امیدوار کو لوک سبھا بھیجنے میں ناکام ثابت ہو جاتا ہے۔

سیکولر جماعتیں بھی مسلم نمائندگی کے سوال پر کچھ نہیں بول رہی ہیں۔ حالانکہ سیکولر پارٹیوں نے مسلمانوں کو کچھ ٹکٹ دیے ہیں، مگر وہ کہیں سے بھی ان کی آبادی کے متناسب نہیں ہے۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ سیکولر پارٹیوں نے بھی سابقہ الیکشن کے مقابلے اس بار کم تعداد میں مسلمانوں کو میدان میں اتارا ہے۔ جہاں سال ۲۰۱۹ء میں کانگریس، سماجوادی پارٹی، ٹی ایم سی، آر جے ڈی، این سی پی اور سی پی ایم نے کل ۱۱۵ رسیٹیں مسلمانوں کو دی تھیں، جو اس بار کم ہو کر ۷۸ رپر آگئی ہیں۔ گزشتہ عام انتخابات کے مقابلے میں اس بار مسلمانوں کو سیٹیں ۳۲ رفیصد کم ملی ہیں۔ کانگریس نے ۲۰۱۴ء میں ۴۴ رمسلمانوں کو ٹکٹ دیا تھا، اس بار اس نے صرف ۱۹ رمسلم امیدواروں کو میدان میں اتارا ہے۔ گزشتہ پارلیمانی انتخابات میں سماجوادی پارٹی نے ۸، آر جے ڈی نے ۵ اور بی ایس پی نے ۳۹ مسلمانوں کو ٹکٹ دیا تھا، مگر اس بار انہوں نے بھی مسلمانوں کی سیٹ کاٹی ہے۔ اس بار سماجوادی پارٹی نے صرف ۴، آر جے ڈی نے ۲ راور بی ایس پی نے ۳۵ رمسلمانوں کو ہی ٹکٹ دیا ہے۔ سی پی آئی اور ڈی ایم کے نے تو ایک بھی مسلمان کو ٹکٹ نہیں دیا ہے، جبکہ ان کے لیڈر سیکولرزم پر تقریر کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اس طرح کی حرکتیں بتاتی ہیں کہ ہمارے انتخابی نظام میں اقلیتوں کو انصاف نہیں مل رہا ہے اور تعداد، پیسہ اور طاقت کے زور پر نتائج پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ انہی باتوں کو لے کر بابا صاحب امبیڈکر نے ہمیں بہت پہلے خبردار کیا تھا اور کہا تھا کہ جمہوریت ہجوم پر مبنی نظام نہیں ہے۔ اقلیتوں، کمزوروں، محروم طبقات، دبے کچلے غریبوں، خواتین اور مزدوروں کو متناسب اور موثر نمائندگی فراہم کیے بغیر، جمہوریت مضبوط نہیں ہو سکتی۔

(مضمون نگار نے جے این یو سے جدید تاریخ میں پی ایچ ڈی کی ہے)

debatingissues@gmail.com